دستبرداری کی شق:-

’’مقامی زبان میں ترجمہ شدہ فیصلہ مدعی کے محدود استعمال کے لیے ہے کہ وہ اسے اپنی زبان میں سمجھے اور اسے کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ تمام عملی اور سرکاری مقاصد کے لیے فیصلے کا انگریزی ورژن مستند ہوگا اور عمل درآمد کے مقصد کے لیے میدان کا انعقاد کرے گا۔‘‘

بعدالت عظمیٰ ہندوستان

بااختیارات اپیلات فوجداری

فوجداری اپیل نمبر 1170 سال 2021

ریاست جموں و کشمیر وغیرہ (اپیلانٹ)

بنام

ڈاکٹر سلیم الرحمٰن (جواب دہندہ)

فیصلہ

ایم۔آر۔شاہ۔جے

(1) 07-05-2018 کو عدالت عالیہ جموں و کشمیر سری نگر کے دیئے گئے غیر مصنفانہ فیصلے اور حکم سے ناراض اور غیر مطمئن محسوس کرتے ہوئے جو فیصلہ مثل نمبر او۔ڈبلیو۔پی (OWP) 1951 سال 2015ء میں سنایا گیا ہے۔ اس فیصلہ میں عدالت عالیہ نے اپنے غیر معمولی دائرہ اختیار کا استعمال کرتے ہوئے فوجداری کاروائی جو ایف۔آئی۔آر نمبر 32 سال 2012 میں ہوئی تھی، اُس کو کالعدم قرار دیا ہے اور ویجی لینس مینول 2008ء کے رول 3.16، جو رول پرائمری انکوائری سے متعلق ہے اس رول کو اس عدالت کے آئینی بینچ کے فیصلے جو فیصلہ للیتا کماری بنام گورنمنٹ آف اتر پردیش جو کہ اے، آئی، آر 2014ء اس سی 187 = (2) 2014 اس سی سی 1۔ میں رپورٹ کیا گیا ہے، سے براہ راست متصادم قرار دیا ہے۔ اور جس کی بنیاد پر اسے قانونی اختیار سے باہر (ultra virous) قرار دیا گیا ہے۔ اور سرکار نے موجودہ اپیل کو ترجیح دی ہے۔

(2) ایک ایف۔آئی۔آر نمبر 32 سال 2012 تھانہ وی۔اُو۔کے (VOK) میں مدعا علیہ کے خلاف دفعہ 6 (d) (1) آر/ ڈبلیو (2) 5 آف جموں و کشمیر پریونیشن آف کرپشن ایکٹ 2006 اور دفعہ 120B

آر۔پی۔سی دائر کیا گیا جس میں یہ الزامات عاید کئے گئے تھے کہ سال 2010 -11 میں ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز کشمیر نے دیگر ملزمان کے ساتھ مل کر سرکاری خزانے کی بھاری رقم کا غلط استعمال کرتے ہوئے قومی دیہی مشن (NRHM) کے تحت انتہائی مہنگے داموں میں ذیلی معیار کی طبی کٹس خریدی ہیں اور محکمہ کی طرف سے سپلائی آرڈر کی شرائط کی خلاف ورزی بھی کی ہے۔ جواب دہندگان کے خلاف نیچے دیئے گئے الزامات لگائے گئے تھے۔

(i) جواب دہندہ نے NRHM سکیم کے تحت چار Limited tenders کے ذریعے مختلف ادویات کی کٹس خریدیں۔ حیرت انگیزی کی بات یہ ہے کہ ان تمام نے ایک ہی قیمت کا حوالہ دیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک CPSES سے 25% کے حساب سے سپلائی آرڈر دیا جائے۔

(ii) ان چاروں CPSES کی جانب سے بتائی گئی قیمتیں ان شرحوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھیں جن پر گزشتہ سال کے دوران خریداری ہوئی تھی۔ جواب دہندہ نے جان بوجھ کر ان قیمتوں کو نظر انداز کیا، جن قیمتوں پر محکمے نے پرائیویٹ کمپنیوں سے اس قسم کی ادویات کی کٹس 28-03-2009 کے ریٹ معاہدے کے مطابق خریدی تھی۔ یہ معاہدہ ایک سال کے لئے جائز تھا اور اس کو شرح معاہدہ کمیٹی نمبر 1 صحت اور طبی شعبہ نے منظوری دی تھی اور اس معاہدہ کے تحت ادویات کی کٹس کی قیمت ان چار CPSES کی بتائی گئی قیمتوں سے بہت کم تھی جس کا موازنہ حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	ادویات کٹس کا نام	منظور شدہ قیمت جس کو شرح معاہدہ کمیٹی نمبر 1 نے 2009-10 کے تحت طے شدہ قیمت کی اجازت دی	قیمت جو CPSES 4 نے سال 2011 میں ظاہر کی	قیمتوں میں فرق
1	سب سنٹر کیلئے ڈرگ کٹ A	Rs. 3400/- فی کٹ	Rs. 6559 فی کٹ	Rs.3159 فی کٹ
2	سب سنٹر کیلئے ڈگ کٹ B	Rs. 1855 فی کٹ	Rs. 1878 فی کٹ	Rs. 2513 فی کٹ
3	اشیاء کے لئے ڈرگ کٹ	Rs. 931 فی کٹ	Rs. 1878 فی کٹ	Rs. 947 فی کٹ

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ مدعا علیہ کو سال 2009-2010 کے لئے ڈرگ کٹس کی منظور شدہ قیمتوں کا مکمل علم تھا کیونکہ اُن دنوں وہ خاندانی بہبود اور تولیدی بچوں کی صحت کی دیکھ بھال کا اسسٹنٹ ڈائریکٹر تعینات تھا اور خریداری کمیٹی نمبر 1 کی ذیلی کمیٹی کے رکن کے طور نامزد کیا گیا تھا جس نے سال

2009-2010 کی قیمتوں کی منظوری دی۔

(iii) نہ تو فرموں کی طرف سے بتائی گئی قیمتوں کی حقیت معلوم کرنے کے لئے کوئی مارکٹ سروے کیا گیا اور نہ ہی اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کوئی مذاکرات ہوئے کہ سرکاری خزانہ کو سال 2010۔2011 میں کوئی نقصان نہ پہنچا۔

(iv) ادویات اور کٹس کی پیکنگ پر کوالٹی کنٹرول چیک کی تصدیق کے لئے ڈرگ کٹس کے کوئی نمونے حاصل نہیں کئے گئے۔

(v) جواب دہندہ نے NRHM کٹس اصلی صنعت کار سے نہیں خریدی تھی بلکہ سپلائرز (سپلائی کرنے والوں) سے بہت زیادہ قیمتوں پر خریدی تھی۔

(vi) خریدی گئی کٹس اور ادویات ضرورت کے معیار کے مطابق نہیں تھی اور تین قسم کی کٹس پر مشتمل زیادہ سے زیادہ ادویات/آئٹیم دراصل پرائیویٹ ایجنسیوں نے تیار کی تھی نہ کہ خود سی۔ پی۔ ایس ای ایس نے یا ان کے ذیلی اداروں کے ذریعہ جس کے نتیجے میں پی پی پی کے قبضے میں پرائیوٹ اداروں/ ایجنسیوں کو ناجائز فائدہ پہنچایا گیا جو اس کا کبھی بھی ارادہ نہیں تھا۔

(vii) وزارت صحت اور خاندانی بہبود بھارتی حکومت اور وزات کیمیکل اور کھاد بھارت سرکار کی ہدایات کے مطابق سی پی ایس ای اس کے لئے خریداری کی ترجیحی پالیسی صرف 102 درج شدہ ادویات میں مذکورہ تین ادویات کی کٹس میں شامل نہیں تھیں۔

(viii) بھارت سرکار کی ہدایت کے مطابق بھارت میں ادویات کی کٹس پر مشتمل ادویات کی قیمتیں قومی فارما پرائسنگ اتھارٹی کی طرف سے مُقرر کردہ قیمتوں کے مطابق ہونی چاہئے جن میں 35% تک کی رعایت ہو۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ محکمہ خریداری نے نہ تو NPPA کی کوئی ریٹ لسٹ مانگی اور نہ ہی سپلائی کرنے والے CPSES سے ریٹ کا تجزیہ لیا جس سے یہ معلوم کیا جاسکتا کہ آیا درج کردہ قیمتیں دراصل NPPA کے ذریعے تصدیق شدہ ہیں یا نہیں۔ اس کے علاوہ مزید یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا ان درج کردہ قیمتوں میں 35% کی رعایت دی گئی ہے یا نہیں۔

(ix) چاروں CPSES نے سپلائی آرڈرز کی شق نمبر 2 میں رکھی گئی شرط پر اعتراض اٹھایا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ تمام ادویات اور اشیاء بنانے والی فرم کو خود ہی تیار کرنا چاہئے اور کوئی بھی ایسی دوائی یا چیز قبول نہیں کی جائے گی جو کسی دوسری ایجنسی کے ذریعہ تیار کی گئی ہو۔ جواب دہندہ نے اس طرح پہلے کے حکم میں ترمیم کرتے ہوئے کوریجنڈم جاری کیا جس میں بتایا گیا کہ اشیاء دوسرے ذرائع سے بھی خریدی جاسکتی ہیں اور اس طرح پہلے سے خریدی گئی غیر معیاری اشیاء کو نئے بورڈ نے پاس کردیا۔ اور اس طرح سرکاری

خزانے کو 10499429 روپے مالیت کا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

(3) مدعا علیہ/ملزم نے عدالت عالیہ سے او۔ڈبلیو۔پی نمبر 1961 سال 2015 کے ذریعے رجوع کیا جس میں اس نے درخواست کی کہ عدالت اپنے غیر معمولی دائرہ اختیار کا استعمال کر کے فوجداری مقدمے کی کاروائی کو منسوخ کر دے۔ملزم نے مندرجہ ذیل سوالات اٹھائے۔

(a) کیا اسداد بدعنوانی ایکٹ کی دفعہ 3 ایک لازمی شرط/شق ہے اور اس کی عدم پابندی تحقیقات کو متاثر کرتی ہے؟

(b) کیا قابل شناخت جرائم کے ساتھ ساتھ نا قابل شناخت جرائم کی تحقیقات کے لئے دفعہ 155 جموں و کشمیر Cr.P.C کے تحت مجسٹریٹ کی پیشگی منظوری لازمی ہے؟

(c) کیا ابتدائی تصدیق کے بہانے تفتیشی ایجنسی ایف۔آئی۔آر کے اندراج سے پہلے شکایت کی سچائی کی تصدیق کر سکتی ہے؟

(d) کیا مجرمانہ سازش جیسے جرم کا ارتکاب کمپنی جیسے قانونی شخص سے ہو سکتا ہے؟

ریاست ہریانہ بنام بھجن لال (1) .Supp 1992، اس، سی، سی 335 اور للیتا کماری کے معاملے میں اس عدالت کے فیصلے پر بہت زیادہ انحصار کیا گیا تھا۔

(4) زیر غور فیصلے اور حکم کے ذریعے عدالت عالیہ نے اپر بتائے گئے جرائم کے لئے مدعا علیہ کے خلاف شروع کی گئی تمام فوجداری کاروائی یہ بتاتے ہوئے منسوخ کر دی کہ:۔

(1) جے اینڈ کے پی۔سی ایکٹ 2006 کی دفعہ 3 کے تحت لازمی شق کی عدم تعمیل ہوئی ہے کیونکہ اختیار دینے والے آفیسر کے ذریعے دفعہ 3 کی دوسری شرط کے مطابق غیر نامزد آفیسر کو کوئی خاص اور الگ استدلال حکم نہیں دیا گیا تھا۔

(2) دفعہ 12-B کے جرم کے لئے مجسٹریٹ کی پیشگی منظوری حاصل نہیں کی گئی تھی جیسا کہ دفعہ 155 جموں و کشمیر سی۔آر۔پی۔سی کے تحت مجسٹریٹ کی پیشگی منظور مطلوب تھی۔

(3) ابتدائی چھان بین کرنے میں تاخیر ہوئی تھی اور ابتدائی چھان بین کے انعقاد سے اتھارٹی تفتیش کے دائرے میں داخل ہوئی۔جو کہ درست/مناسب نہیں ہے جیسا کہ للیتا کماری والے کیس میں بتایا گیا ہے۔اور

(4) ایف۔آئی۔آر میں لگائے گئے الزامات اگرچہ مکمل طور پر درست بھی مان لیے جائیں تو بھی وہ قانونی طور پر قابل قبول نہیں ہیں۔

(4.1) عدالت عالیہ نے ابتدائی چھان بین نمبر 34 سال 2011 کو منسوخ کرتے ہوئے .FIR No 32 سال 2012 جو کہ تھانہ پولیس ویجی لینس آرگنائزیشن کشمیر میں درج تھا۔اس کی تحقیقات کو بھی منسوخ

کردیا۔ عدالت عالیہ نے سنیئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس VOK سری نگر کے اس حکم کو بھی منسوخ کردیا ہے جس میں تفتیشی آفیسر کو کیس/ جرائم کی تفتیش کا اختیار دیا گیا تھا۔ عدالت عالیہ نے ویجی لینس مینول 2008 کے رول 3.16 کو اس بنیاد پر قانونی اختیار سے باہر (ultra virous) قرار دیا ہے کہ یہ اس عدالت نے للیتا کماری والے مقدمے میں دیئے گئے فیصلے سے براہ راست متصادم ہے۔

(5) عدالت عالیہ کی طرف سے سنائے گئے فیصلے اور حکم سے ناراض اور عدم اطمینان محسوس کرتے ہوئے، ریاست جموں وکشمیر نے موجودہ اپیل کو ترجیح دی ہے۔

(6) اپیل کنندگان کی طرف سے شری آر۔ وینکٹرامانی، معروف سنیئر وکیل پیشن ہوئے اور مدعا علیہ کی طرف سے سنیئر وکیل شری آر۔ بسنت پیش ہوئے۔

(6.1) ریاست کی طرف سے پیش ہونے والے سینئر وکیل جناب آر وینکٹر امانی نے پرُ زور انداز میں عرض کیا ہے کہ کیس کے حقائق اور حالات میں، ہائی کورٹ نے ایف۔ آئی۔ آر اور انٹرسٹمنٹ آرڈر مورخہ 16-11-2012 سمیت پوری فوجداری کاروائی کو منسوخ کر کے ایک سنگین غلطی کی ہے۔

(6.2) یہ بھی عرض کی گئی ہے کہ عدالت عالیہ نے چار سوالات مرتب کئے ہیں جو اوپر پیش کئے گئے ہیں۔ یہ بھی دلیل دی گئی کہ جہاں تک سوال نمبر 1 کا تعلق ہے جو سوال یہ ہے کہ آیا اسداد بدعنوانی ایکٹ کی دفعہ 3 ایک لازمی شرط/ شق ہے اور اس کی عدم پابندی تحقیقات کو متاثر کرتی ہے، اس سوال کے جواب میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ عدالت عالیہ کے ذریعہ اخذ کردہ نتائج جے اینڈ کے پی سی ایکٹ 2006 اور جے اینڈ کے سی آر پی سی کی متعلقہ دفعات کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

(6.3) یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ بھجن لال کے مقدمے میں اس عدالت کے فیصلے پر جو انحصار/ اعتماد کیا گیا ہے وہ بالکل غلط فہمی میں کیا گیا ہے۔ یہ بھی دلیل دی گئی کہ بھجن لال کے مقدمے میں انسداد بدعنوانی ایکٹ 1947 کی دفعہ 3 اور دفعہ 5-A کو زیر غور لایا گیا جب کہ جے اینڈ کے پی سی ایکٹ 2006 کی دفعہ 3 جس کے تحت زیر بحث استغاثہ شروع کیا گیا تھا وہ 1947 ایکٹ کی دفعہ 3 یا دفعہ 5-A سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جے اینڈ کے پی سی ایکٹ 2006 میں 1947 کے ایکٹ کی دفعہ 5-A سے متعلق کوئی بھی اہتمام/ شرط نہیں ہے۔

(6.4) یہ بھی عرض کی گئی ہے کہ عدالت عالیہ نے اس حقیقت کی صحیح تعریف نہیں کی ہے بھجن لال کے مقدمے میں 1947 کے ایکٹ کی دفعہ 5-A کے تحت اجازت کی وجہ بتانے کی ضرورت پر جو استدلال اختیار کیا گیا تھا وہ دفعہ 5-A کی خصوصی دفعات کے تناظر میں پیدا ہوا تھا۔ یہ بھی عرض کی ہے کہ عدالت نے کسی غیر نامزد افسر کو تفتیش کرنے کی اجازت دینے کے تناظر میں مجسٹریٹ کی طرف سے وجوہات بتانے

کی ضرورت کو سمجھا ہے۔ اور ایک اعلی پولیس آفیسر کی طرف سے ماتحت پولیس افسر کو تفویض کی تفتیش کا انتظامی کام جیسا کہ موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی عرض کی گئی ہے کہ اس حقیقت کے پیش نظر کہ جموں و کشمیر پی سی ایکٹ 2006 کی دفعہ 3 کی دوسری شرط میں وفد کی اپنی خصوصی اسکیم کے ساتھ نافذ کیا گیا ہے جو بھجن لال کے مقدمے پر انحصار بالکل غلط تصور ہے۔

(6.5) مزید عرض ہے کہ بھجن لال کے مقدمے کے فیصلے کی وضاحت، جو فیصلہ اسی عدالت نے دیا تھا بعد میں ریاست ایم پی بنام رام سنگھ 5 (2000) اس۔سی۔سی 88 کے مقدمے میں کی ہے۔ یہ عرض کیا جاتا ہے کہ رام سنگھ کے معاملے میں پولیس سپرنٹنڈنٹ نے انسپکٹر کو انسداد بدعنوانی ایکٹ 1988ء کے تحت جرم کی تفتیش کا اختیار دیا جس میں ملزم کا نام، ایف آئی آر نمبر کا ذکر تھا یہ اس جرم کی نوعیت اور سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کی طاقت جو طاقت اسے ایک جونیر آفیسر کو تفتیش کرنے کے لئے اختیار دینے کی اجازت دی ہے، کو درست اجازت تسلیم کیا گیا ہے۔

عرض کی ہے کہ مذکورہ بالا فیصلے میں اس عدالت نے بھجن لال کے فیصلے کا اور اُپر دیئے گئے فیصلے کا فرق بتایا گیا ہے۔ یہ بھی عرض کی گئی ہے کہ اس عدالت کے بعد کے فیصلے کے حقائق جو فیصلہ رام سنگھ کے مقدمے میں دیا گیا ہے وہ حقائق موجود کیس میں لاگو ہوں گے۔

(6.6) یہ عرض کی جاتی ہے کہ موجودہ کیس میں سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس و یجلینس آرگنائزیشن کی طرف سے اجازت واضح طور پر دفعہ 3 کے دوسرے پروویزو کے دائرہ کار میں آتی ہے۔ یہ بھی عرض کی ہے کہ عدالت عالیہ نے دفعہ 3 کی دوسری شق کی الگ الگ خصوصیات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ بھی عرض کی ہے کہ دوسری شرط/شق کسی غیر نامزد آفیسر کو تحقیقات کرنے کا اختیار دینے کی وجہ بتانے کی ضرورت کا مطالبہ نہیں کرتی۔

(6.7) مزید عرض کیا جاتا ہے کہ افعال کی انجام دہی، عدالتی یا نیم عدالتی نوعیت کے برعکس، ایک انتظامی اتھارٹی اپنے تمام افعال کی انجام دہی میں وجوہات بتانے کا پابند نہیں ہے۔ یہ بھی عرض کی گئی ہے کہ دفعہ 3 کی دوسری شرط انتظامی سہولیت اور تیز رفتار تحقیقات کے لئے نافذ کی گئی ہے۔ یہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ اس طرح کے افعال کی نوعیت میں یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ و یجلنس آرگنائزیشن کے آفیسر کو تفتیش کا اختیار دینے کے لئے وجوہات بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مندرجہ بالا کی حمایت میں ایس۔این مکھرجی بنام یونین آف انڈیا 4 (1990) اس۔سی۔سی 594، یونین آف انڈیا بنام ای۔جی۔ نمبوداری 3 (1991) اس۔سی۔سی 38 اور اُوریکس فشریز پرائیویٹ لمیٹڈ بنام یونین آف انڈیا (2010) 13 اس سی۔سی۔ 427 کے معاملات کے فیصلوں کی جو اس عدالت نے سنائے ہیں ان کا انحصار کیا

جاتا ہے۔

(6.8) عرض کیا جاتا ہے کہ اس لئے دفعہ 3 کی دوسری شرط میں جس اجازت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کی وجوہات بتانے کی شرط کو غلط سمجھا جاتا ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ شق/شرط خود تحقیقات کے اختیار کی وجہ بتانے پر غور نہیں کرتا اور دوسرا یہ کہ مصلحت اور عوامی پالیسی کی بنیاد پر مکمل طور پر انتظامی ہونے کا اختیار دینے کے لئے کوئی وجہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ غیر نامزد افسر سے تفتیش کے اختیارات کی تفویض کا معاملہ کسی فریق کے حقوق میں شامل نہیں ہے۔ دوسری شرط کے تحت کئے گئے اقدامات کسی اپیل یا نظر ثانی کے تابع نہیں ہیں۔ یہ عرض کیا جاتا ہے کہ جہاں صرف فریقین کے حقوق شامل ہوں، زیر بحث فعل کی نوعیت نیم عدالتی ہے یا اپیلٹ یا نظر ثانی کی طاقت کے درجہ بندی میں ہے تو اس صورت میں وجوہات بتانے کی ضرورت ہو سکتی ہے ورنہ دوسری صورت میں ضروری نہیں ہے۔ اس بات کا انحصار اس عدالت کے سنائے گئے فیصلے جن میں خصوصی لینڈ ایکوزیشن آفیسر بمبئی بنام گودریج اور بوائس 1 (1988) اس۔سی۔سی 50 اور اینڈین نیشنل کانفرنس بنام سماجی بہبود کا ادارہ 5 (2002) اس۔سی۔سی 685 نام کے مقدموں کے فیصلے ہیں ان کا انحصار کیا جاتا ہے۔

(6.9) اب جہاں تک سوال نمبر 2 کا تعلق ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ آیا کیا قابل شناخت جرائم کے ساتھ ساتھ نا قابل شناخت جرائم کی تحقیقات کے لئے دفعہ 155 جموں و کشمیر سی۔آر۔پی سی کے تحت مجسٹریٹ کی پہلی منظوری لازمی ہے، اس بارے میں یہ عرض کی ہے کہ عدالت عالیہ نے جے اینڈ کے کی دفعہ 155 اور سی۔آر۔پی۔سی 1973 کی دفعہ 155 کا موازنہ کیا ہے۔ یہ عرض کی گئی ہے کہ سی۔آر۔پی۔سی 1973 کی ذیلی دفعہ 4 کا ایک خاص حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ بھی عرض کی گئی ہے کہ عدالت عالیہ نے کہا ہے کہ جے اینڈ کے سی۔آر۔پی۔سی کی دفعہ 155 میں سی۔آر۔پی۔سی 1973 کی ذیلی دفعہ 4 کے مقابلے میں کوئی شق/شرط نہیں ہے، اس لئے وہ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ مجسٹریٹ کی طرف سے جائز منظوری کی عدم موجودگی میں جیسا کہ دفعہ 155 کے تحت فراہم کیا گیا ہے، جے اینڈ کے سی آر پی سی کی تحقیقات غیر قانونی ہے۔

6.10 عرض کیا جاتا ہے کہ مذکورہ مسئلہ مکمل طور پر اس عدالت کے فیصلے کے پیش نظر جو فیصلہ پروین چندر مودی بنام ریاست اندھرا پردیش میں سنایا گیا ہے اس فیصلے کے ذریعے مسئلہ مکمل طور پر سرکار کے حق میں سنایا گیا ہے۔

6.11 ریاست کی جانب سے معروف سینئر وکیل پیش ہوئے اور ہمیں دفعہ (4) 155 اور سینتیسویں (37) لاء

کمیشن کی رپورٹ جو قابل شناخت جرم کے ساتھ ساتھ نا قابل شناخت جرم کی تحقیقات کے متعلق ہے اور جو خاص طور پر مجسٹریٹ سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت کے بارے میں ہے۔ یہ بھی عرض کی گئی ہے کہ لا کمیشن کی 41 ویں رپورٹ کے مطابق ذیلی دفعہ (4)، دفعہ 155 سی۔آر۔پی۔سی میں داخل کی گئی تھی۔ یہ عرض ہے کہ جیسا کہ 37 ویں رپورٹ میں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ اس عدالت نے پہلے ہی پروین چندر مودی کے کیس میں پہلے ہی قانون وضع کر دیتا ہے اور اب صرف اس کیس کی طرز پر ایک پروویژن نافذ کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ بھی غرض ہے کہ اس عدالت کے فیصلہ جو فیصلہ پروین چندر مودی کے معاملے میں سنایا گیا ہے اس پر بعد میں اس عدالت نے ریاست پنجاب بنام برج لال پلٹا (i) (1969) ایس۔سی۔آر 853، ستیا نارائن ماصودی بنام ریاست بہار 3 (1980) اس۔سی۔سی، مدن لال بنام ریاست پنجاب (3) 1967 اس۔سی۔آر 439 اور بہانور سنگھ بنام ریاست راجستھان (2) 1968 اس۔سی۔آر 528 میں غور کیا ہے۔

6.12 عرض کیا جاتا ہے کہ اس معاملے کی تحقیقات جو جرائم السداد بدعنوانی ایکٹ کے تحت کئے گئے ہوں، اور جب ان کو سازش کے جرم سے جوڑا جاتا ہے تو کیا اس جرائم میں ہمیشہ مجسٹریٹ کی پیشگی منظوری کے تابع ہونا چاہئے، اور اس نقطہ نظر سے دیکھا جانا چاہئے کہ محض اس لئے کہ اس میں سازش کا جرم شامل ہوسکتا ہے، ان اہم جرائم کی تحقیقات جو قابل ادراک ہیں ان میں مجسٹریٹ سے منظوری کا انتظار کریں، کیونکہ اس سے تفتیشی مراحل میں تاخیر اور غیر یقینی صورت حال میں کافی حد تک افاضہ ہوگا۔ ایسا نہیں ہوتا ہے کہ سازش کردہ جرم جو دفعہ 120B کے تحت آتا ہے اُسے ایک اہم جرم کے طور پر ٹریٹ کیا جاتا ہے۔

6.13 عرض ہے کہ اگر عدالت عالیہ کا موقف دُرست قانوں ہے تو یہ ہر خصوصی قانون کے تحت تحقیقات کے معاملے میں ہوگا جہاں جرائم قابل ادراک ہیں اور وہ سازش کردہ جرم جو دفعہ 120B کے ساتھ ایک لنک ہے تو یہ فقط ایسی تمام تحقیقات کو پٹڑی سے اُتار دے گا اور تاخیر کا باعث بنے گا۔

6.14 اب جہاں تک سوال نمبر 3 کا تعلق ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ کیا ابتدائی تصدیق کے بہانے تفتیشی ایجنسی ایف آئی آر کے اندراج سے پہلے شکایت کی سچائی کی تصدیق کر سکتی ہے اور عدالت عالیہ کی طرف سے درج شدہ نتائج اور مشاہدات جس میں یہ مشاہدہ کیا ہے کہ جموں و کشمیر و یجلنس کا قاعدہ 3.16 دستور العمل 2008 اس عدالت کے دیئے گئے فیصلے جو فیصلہ للیتا کماری کے مقدمے میں سنایا گیا ہے، اس فیصلہ سے براہ راست متصادم ہے، اس بارے میں یہ عرض ہے کہ عدالت عالیہ کا یہ لیا گیا نقطہ نظر بالکل غلط ہے۔

یہ بھی عرض ہے کہ للیتا کماری والے معاملے میں خصوصی طریقہ کار کو قلم کیا گیا ہے جو طریقہ کار خصوصی قوانین کے معاملات میں اپنایا جاتا ہے۔ضابطہ فوجداری طریقہ کار 1973 کی دفعہ 4 اور 5 کو ہائی کورٹ نے بھی نوٹس کیا ہے۔قانونی جرائم کے وسیع دائرہ کار کے حوالے سے جن کی تفتیش بڑھتے ہوئے خصوصی قوانین کے تحت کی جائے گی ان کا احترام کرتے ہوئے تحقیقات اور استغانہ کو بے ضابطگیوں کے ٹیچ اسٹون پر ناکام بنانا غیر دانشمندانہ ہوگا اور اگر کوئی ایسی بات ہے تو ابتدائی تحقیقات اور ایف۔آئی۔آر کی رجسٹریشن میں بے قاعدگیوں کے ٹیچ اسٹون پر تفتیش اور استغاثہ کو ناکام بنانا غیر دانشمندانہ ہوگا۔عرض کیا جتا ہے کہ ویجلنس مینول 2008 کا قاعدہ 3.16 ایک اچھی طرح سے تیار کردہ اسکیم ہے جو سی۔آر۔پی۔سی 1973 کی دفعہ 4 اور 5 کی شق/شرط کے ساتھ پوری طرح فٹ ہوتا ہے۔

6.15 مزید عرض ہے کہ تحقیقات کی نوعیت میں ایسے جرائم جیسے فوری کیس جس میں نہ صرف دستاویزی ثبوت جمع کرنا شامل ہوسکتا ہے بلکہ دیگر ابتدائی بیانات تحقیقات کے مقصد کے لئے حاصل کیا گیا ہے۔غیر موجودگی کو مسترد کرنے کے لئے کسی بھی جرم کے کمیشن میں وقت لازمی طور پر استعمال کیا جائے گا۔یہ بھی ناگزیر ہوسکتا ہے کہ اس طرح جمع کیا گیا مواد تحقیقات کا ایک حصہ بن جاتا ہے جس سے تفتیش کے دوران کافی رہنمائی ہوسکتی ہے۔عرض ہے کہ للیتا کماری والے مقدمے میں بتایا گیا ہے کہ ملزم کو ابتدائی انکوائری کے عمل میں بے ضابطگی کے معاملات میں غیر قانونی قرار دینے کا کوئی حق نہیں دیتا۔یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کوئی بھی ملزم جو بصورت دیگر، پہلی نظر میں ہی مجرم ہے تو وہ استغاثہ اور سزا سے آزاد نہیں ہوسکتا ہے پر اگر وہ مجرم نہیں ہے تو وہ بغیر کسی رکاوٹ سے آزاد گھوم سکتا ہے۔یہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ بالآخر ٹسٹ کا اطلاق کیا جائے گا کہ آیا انصاف کی ناکامی ہوئی ہے یا اس انصاف دینے میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔یہ بھی عرض کی گئی ہے کہ عدالت عالیہ نے مذکورہ اصولوں کو لاگو کرنے کے بجائے غیر ضروری مداخلت کی اور استغاثہ کو منسوخ کرنے میں غلطی کی ہے۔

6.16 اب جہاں تک سوال نمبر 4 کے تحت اخذ کردہ نتائج جو کیس کے ریکارڈ کے برعکس ہیں۔عرض ہے کہ پرائیویٹ لمٹیڈ کمپنی کے ڈائریکٹرز کے علاوہ، جواب دہندہ نمبر 1 اور دیگر اہلکاروں کو ملزم کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔یہ ضروری نہیں تھا کہ کوئی بھی شخص جو ریاستی NRHM مشینری میں تعینات تھا اس کو شک کی نظر سے دیکھنا تھا اور اس کو ساتھی سازش کاروں کے طور پر سکول کیا گیا۔عرض ہے کہ تفتیش کے مطابق جواب دہندہ نمبر 1 اور دیگر ملزم اہلکاروں کا طرز عمل جو طرز عمل انہوں نے مواد زیر غور خریدنے کے ٹنڈر کے لئے

اختیار کیا تھا، صرف وہ ہی اکیلے مشتبہ واقعات بن گئے۔ اس لئے عرض ہے کہ عدالت عالیہ نے سرکار کے خلاف سوال نمبر 4 کا انعقاد کرتے ہوئے اور استغاثہ کو کالعدم قرار دینے میں سنگین غلطی کی ہے۔

6.17 مندرجہ بالا گذارشات کرتے ہوئے اور مذکورہ بالا فیصلہ پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ گذارش کی گئی ہے کہ موجودہ اپیل کی اجازت دی جائے۔

7 موجودہ اپیل کی شری آر بسنت سینئر وکیل جو جواب دہندہ کی طرف سے پیش ہوئے، شدید مخالفت کی ہے۔ یہ عرض کی ہے کہ کیس کے حقائق اور حالات کو دیکھتے ہوئے اور سچ پر جے اینڈ کے پی۔سی ایکٹ 2006 کی دفعہ 3 کی تشریح اور جموں اور کشمیر سی آر پی سی کی دفعہ 155 کے تحت مجسٹریٹ کی پیشگی منظوری کی غیر موجودگی میں، عدالت عالیہ نے بجاطور پر مدعا علیہ کے خلاف شروع کی گئی فوجداری کارروائی کو کالعدم قرار دیا ہے۔

7.1 عرض کی ہے کہ عدالت عالیہ نے بجاطور پر اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ ابتدائی تفتیش کا بہانہ کر کے تفتیشی ایجنسی تفصیل میں نہیں جا سکتی اور ایف۔آئی۔آر درج کرنے سے پہلے شکایت کی سچائی کی تصدیق نہیں کر سکتی۔ عرض کی ہے کہ اس لئے عدالت عالیہ نے وجیلینس مینول 2008 کے قاعدہ 3.16 کو جو ابتدائی انکوائری سے ڈیل کرتا ہے اور اسے قانونی اختیار سے باہر (Ultra virous) قرار دیا ہے اسے دُرست قرار دیا ہے۔

7.2 عرض کیا گیا کہ تفتیش جو جے اینڈ کے پی۔سی ایکٹ 2006 کے تحت ہوتی ہے وہ اس ایکٹ کی دفعہ 3 کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے جو ایک غیر رکاوٹ ہے اور سی۔آر۔پی،سی کے تحت طریقہ کار کو روکتی ہے۔ یہ بھی عرض ہے کہ ترمیم شدہ دفعہ پی۔سی ایکٹ کے تحت تمام جرائم کو قابل سماعت بناتا ہے۔ عرض کیا جاتا ہے کہ دفعہ 3 میں دو شرائط ہیں، جو حقیقت میں تفتیش کے موڑ پر پابندی کی تخلیق کرتی ہیں۔ پہلی شرط کے مطابق ڈی۔ایس۔پی کے عہدے سے نیچے کا کوئی پولیس آفیسر مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر اس ایکٹ کے تحت کسی جرم کی تفتیش نہیں کرے گا۔ دوسری شرط پہلی شرط اور اس کے طور پر فراہم کردہ شرط کے لئے ایک استثناد پیدا کرتا ہے۔ دوسری شرط کے مطابق، وجیلنس آرگنائزیشن کا ایک آفیسر اور پولیس سب انسپکٹر کے عہدے سے اُپر والا افسران جرائم کی تحقیقات کر سکتا ہے لیکن اُس پولیس آفیسر کو وجلنس کے آفیسر جو اسسٹنٹ سرنٹڈنٹ آف پولیس کے عہدے سے نیچے نہ ہو اُس نے تحریری طور پر اُس پولیس آفیسر کو تحقیقات کرنے کا اختیار دیا ہو۔ عرض ہے کہ ذریعے بحث کیس میں ایف۔آئی۔آر کی تحقیقات جو ایف۔

آئی۔آر چیلنج کیا گیا ہے۔اس کی تحقیقات انسپکٹر نثار حسین کو سونپی گئی۔ یہ آفیسر دفعہ 3 کی شرط کے مطابق ایک غیر نامزد آفیسر ہے، اس لئے دوسری شرط کے مطابق یہ ضروری ہے کہ وتجلنس آرگنائزیشن کے آفیسر کے ذریعہ جس کا عہدہ اے ایس پی کا ہو اس نے خصوصی طور پر اُسے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس کیس کی تحقیقات کرے۔عرض کیا جاتا ہے کہ اس طرح کا اختیار جو وتجلینس آرگنائزیشن آفیسر کو دیا گیا ہے ایک قانونی لحاظ سے نہ ہی وہ من مانی والا ہو اور نہ ہی غیر معقول ہو۔لہٰذا مجاز آفسر کو کسی غیر نامزد تفتیشی آفیسر کو اختیار دینے کے لئے ایک علیحدہ استدلال حکم کے ذریعے اختیار دینا ہوگا۔دفعہ 3 ایک لازمی شق ہے اور اس کے تحت بنائے گئے قانونی ذمہ داریوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔اور اس سے انحراف/ نافرمانی پوری تفتیش کو باطل کردے گا۔

7.3 عرض کیا جاتا ہے کہ موجودہ کیس میں انسپکٹر کو تفتیش کا خصوصی اختیار دینے کا کوئی معقول حکم نامہ موجود نہیں ہے۔عرض کیا جاتا ہے کہ اس طرح کا حکم میکینکل نہیں ہوسکتا اور اس طرح ایک غیر معمولی تحقیقات کورس کی طرف انحراف کی وجوہات کو ظاہر کرنا ہوگا۔ یہ بھی عرض کیا ہے کہ کس طرف سے وجوہات کی عدم موجودگی اگر کوئی ہے تو، اُس آرڈر کو بھی کالعدم قرار دے گا۔ یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ لہٰذا ایک نتیجہ کے طور پر تحقیقات کو بھی کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور لہٰذا فوری کیس کی تحقیقات کو غیر مجاز قرار دیتے ہوئے عدالت عالیہ کی طرف سے اسے بجا طور پر مسترد کردیا گیا ہے۔اُپر بتائے گئے معاملے کی حمایت میں بھجن لال کے کیس میں اس عدالت کے دیئے گئے فیصلے پر انحصار کیا جاتا ہے۔

7.4 یہ مزید عرض کیا ہے کہ ٹیلر بنام ٹیلر 1(1875) پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ جہاں پر قانون یہ بتاتا ہے کہ ایک خاص عمل کو انجام دینے کے لئے ایک خاص طریقہ کار اپنانا چاہئے۔اس طرح کے عمل کو مخصوص طریقے سے انجام دیا جانا چاہئے تاکہ کسی اور طریقے سے ۔ بھارتی عدالتوں کے دیئے گئے فیصلوں پر بھی بھروسہ کیا جاتا ہے جن میں نذیر احمد بنام بادشاہ شہنشاہ اے۔آئی۔آر 1936 پی۔سی 253 اور ریاست آتر پردیش بنام سنگھارا سنگھ 4(1964) اس۔سی۔آر۔485 شامل ہیں۔

7.5 یہ عرض کیا جاتا ہے کہ پی۔سی ایکٹ کے تحت جرم کی تفتیش کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے دفعہ 3 پر مجموعی طور پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ غیر رکاوٹ والی شق جس کے ساتھ دفعہ 3 کھلتا ہے، درجہ بندی میں متعین اعلیٰ افسر جو اکیلے ہی پی۔سی۔ ایکٹ کے تحت ہونے والے جرائم کے ساتھ تفتیش کرسکتا ہے جیسا کہ دفعہ 3 کی زبان اور اس کی شرائط بھی بتاتی ہے۔عرض کیا گیا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ آئین

ساز جماعت نے شعوری طور پر اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ بہت بڑے عہدوں پر فائز افراد پر الزامات لگائے جاسکتے ہیں جیسا کہ جواب دہندہ جو ریاست میں ہیلتھ سروسز کا ڈائریکٹر تھا اور اسی لئے صرف ڈپٹی سرنٹنڈنٹ آف پولیس تفتیش کرسکتا ہے جب تک کہ خصوصی طور پر مجسٹریٹ یا مجاز پولیس حکام کی طرف سے اختیار نہ ہو۔

7.5 مزید عرض ہے کہ یہ بات دُرست ہے اور اس سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ ایک سنیئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس دفعہ 3 کے تحت ایک پولیس انسپکٹر کو تحقیقات کا اختیار دے سکتا ہے لیکن اس طرح کی اجازت درست ، قانونی مناسب ہونی چاہئے۔ یہ بھی عرض کی جاتی ہے کہ موجودہ کیس میں وجوہات کی عدم موجودگی میں اجازت دینا کوئی مناسب فیصلہ نہیں ہے۔

7.7 عرض کی جاتی ہے کہ دفعہ 3 کی دوسری شرط ''تحریری طور پر خصوصی اجازت'' پر زور دیتی ہے اور اس لئے اس اجازت دینے کے لئے وجوہات کا ذکر کرنا ضروری ہے اور محض عام اور غیر مخصوص اجازت جس میں وجوہات کا ذکر نہ ہو اُس اجازت کا دینا دفعہ 3 کی دوسری شرط کے مطابق تعمیل نہیں ہوگی۔

7.8 مدعا علیہ کی طرف سے معروف سینئر وکیل شری آر بسنت نے یہ دلیل دی ہے کہ جیسا کہ مذکورہ بالا مسئلہ/ سوال اس عدالت کے بھجن لال کے دیئے گئے فیصلے سے پوری طرح احاطہ کرتا ہے جس میں اس عدالت نے ایکٹ 1947 کی دفعہ 5-A کی دوسری شرط کی تشریح کی ہے۔

7.9 اب جہاں تک وِتجلنس مینوئل 2008ء کے قاعدہ 3.16 کا تعلق ہے۔ جو قاعدہ ابتدائی اِنکوائری سے نمٹنے کے متعلق ہے اس لئے قانونی اختیار سے باہر (Ultra virous) قرار دینے کا تعلق ہے، اس بارے میں یہ عرض ہے کہ موجودہ کیس میں تفتیشی ایجنسی نے ایف۔ آئی۔ آر درج کرنے سے پہلے ابتدائی تصدیق درج کی تھی، جس کے دوران تفتیشی ایجنسی نے ایف آئی آر میں الزامات کی میرٹ پر جانچ کی اور (I) NRHM کے مختلف مواصلات کی جانچ کی گئی۔ (2) ڈائریکٹوریٹ آف ہیلتھ سروسز سری نگر کے ساتھ ساتھ جموں کے مواصلات ، (3) بھارتی وزارت صحت اور خاندانی بہبود کی طرف سے جاری کردہ ہدایات۔ (4) وہ قیمتیں جس پر سال 2009۔2010ء کے دوران ڈرگ کٹس خریدی گئی۔ (5) ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز کشمیر کی طرف سے جاری کردہ درستگی اور (6) یہ سامان مبینہ طور پر نجی ایجنسیوں نے اِنڈور CPSES کے ذریعہ بنایا تھا۔

7.10۔ عرض کیا جاتا ہے کہ ایف آئی آر میں ہی پیرا 8 میں کہا گیا ہے کہ گہرائی سے تصدیق کی بنیاد پر مدعا علیہ

کے خلاف الزامات بنیادی طور پر قائم ہیں عرض ہے کہ ابتدائی تصدیق کا دائرہ کار شکایت میں شامل الزامات کی صداقت کی جانچ کرنا نہیں ہے بلکہ یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا قبل سزا جرم ثابت ہوا ہے یا نہیں۔ یہ بھی عرض ہے کہ سی۔ آر۔ پی۔ سی کی پرووِیزن کو اس حد تک نہیں بڑھایا جاسکتا جو تفتیشی ایجنسی کو دستاویزات کی جانچ کے دوران شکایت کا گہرائی سے تجزیہ اور رائے مرتب کرنے کے قابل بنائے۔

7.11 عرض کیا جاتا ہے کہ پوری سی۔ آر۔ پی سی کے تحت ایسا کوئی پرویژن نہیں ہے جو تفتیشی ایجنسی کو ایف۔ آئی۔ آر کے اندراج سے پہلے ہی جرم کی تحقیقات کا اختیار دے۔ تفتیش ایف۔ آئی۔ آر کا اندراج ہونے کے بعد ہی شروع ہوتی ہے تاکہ ابتدائی تصدیق کے تحت ہوتی ہے۔ عرض کیا ہے کہ للیتا کماری کے معاملے میں اس عدالت نے کہا ہے کہ ابتدائی تصدیق کو شکایت کی تصدیق کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا اور یہ کہ ابتدائی تصدیق سات دن سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ یہ سات دنوں کا وقفہ کسی بھی صورت میں ایک ممکنہ اثر ڈالے گا کیونکہ یہ قانون کی کسی شق کی تشریح نہیں کرتا لیکن قانون مرتب کرتا ہے۔ لہٰذا، ایف آئی، آر کا اندراج جو اندراج کسی غیر قانونی تحقیقات کے دوران اور جو تحقیقات ابتدائی تصدیق کے دوران حاصل کی ہو۔ اس بنیاد پر درج کردہ ایف آئی آر کو منسوخ کرنا ہوگا۔ غرض کیا ہے کہ چونکہ یہ غیر قانونی ایف آئی آر جو کہ غیر قانونی ہونے کا نتیجہ ہے اسے منسوخ کیا جائے اور اسی ایف آئی آر کو عدالت عالیہ نے بجا طور پر کالعدم قرار دیا ہے۔

7.12 مزید عرض ہے کہ موجودہ کیس میں تحقیقاتی ایجنسی نے بڑی حد تک معلومات کی صداقت کی تصدیق ایک سال سے زیادہ کی ہے جیسا کہ ایف۔ آئی۔ آر کے مندرجات سے ظاہر ہے۔ یہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ شکایت یا معلومات کی سچائی کی تصدیق صرف تحقیقات کے دوران کی جاسکتی ہے۔ جو کہ ایف آئی آر کے اندراج کے بعد کی جاسکتی ہے۔ یہ بھی عرض ہے کہ سی آر پی سی کی دفعہ 154 کے تحت درج کردہ طریقہ کار ایک لازمی طریقہ کار ہے اور تحقیقاتی ایجنسی قابل شناخت جرم کو ظاہر کرنے والی معلومات کی وصولی پر ایف۔ آئی۔ آر درج کرنے کی پابند ہے۔ اس سے مستثنیٰ فوجداری قانون کے عوامی اصول کو اس عدالت نے للیتا کماری والے معاملے میں تسلیم کیا ہے جس کے تحت بدعنوانی کے متعلق جرائم، ازدواجی تنازعات کے متعلق جرائم اور معاشی جرائم کی ابتدائی تصدیق، ایف آئی آر کے اندراج کرنے سے پہلے، کرنے کی اجازت ہے۔ تاہم ابتدائی تصدیق کے دائرہ کار کو کسی حد تک نہیں بڑھایا جاسکتا ہے جس کے ذریعے کسی شکایات یا معلومات کی سچائی کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ یہ بھی عرض کی ہے کہ دفعہ 154 میں موجود طریقہ

کار کی حفاظت ایک لازمی طریقہ کار ہے اور اس کی کوئی بھی خلاف ورزی محض بے ضابطگی نہیں بلکہ ایک غیر قانونی ہے جو بعد میں درج کردہ ایف آئی آر کے اندراج کو غیر قانونی قرار دیتی ہے۔

7.13 عرض ہے کہ پرینکا اسری واتو بنام ریاست اُتر پردیش کے معاملے میں سی۔آر۔پی۔سی کی دفعہ 156 (3) کے تحت درخواست پر ایف آئی آر درج کی گئی۔مجسٹریٹ نے ایف۔آئی۔آر درج کرنے کی دہدایت دی۔تاہم اس عدالت نے دفعہ 154 کی ضروریات کو لازمی قرار دیا ہے اور جس کی عدم موجودگی میں دفعہ (3) 156 کے ذریعے درخواست نہیں آسکتی۔ یہ عرض کی گئی ہے کہ دفعہ 154 کی عدم تعمیل کرتے ہوئے دفعہ (3)156 کے تحت درخواست دی تھی اور اس میں مجسٹریٹ نے جو حکم سنایا ہے وہ سب غلط ہے۔ یہ بھی عرض ہے کہ ایف آئی آر جو مجسٹریٹ کے حکم پر دفعہ (3)156 کے تحت درج کیا تھا اس ایف آئی آر کو بھی دفعہ 154 پر عمل نہ کرنے پر منسوخ کر دیا گیا۔ یہ بھی دلیل دی جاتی ہے کہ دفعہ 154 کے تحت ایک لازمی طریقہ کار پر عمل کرنا محض بے ضابطگی نہیں کہا جاسکتا ہے بلکہ ایک غیر قانونی ہے جو بعد کے تمام اعمال کو غیر قانونی قرار دیتا ہے۔ یہ بھی دلیل دی جاتی ہے کہ موجودہ کیس میں بغیر ایف۔آئی۔آر کو اندراج کئے ابتدائی تصدیق کی آڑ میں اور لازمی طریقہ کار کو الوداع کہتے ہوئے جس طریقہ کار کو دفعہ 154 کے تحت لازمی طور پر عمل کرنا ضروری ہے۔

7.14 مندرجہ بالا گذارشات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور اوپر دیئے گئے مسئلوں کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے یہ گذارش کی گئی ہے کہ موجودہ اپیل کو خارج کیا جائے۔

(8) ہم نے بہت گہرائی سے متعلقہ فریقوں کے معروف سینئر وکلا کو سنا ہے۔شروع میں یہ نوٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہائی کورٹ کی طرف سے سنایا گیا فیصلہ جو زیر غور ہے اس فیصلے میں ہائی کورٹ نے اپنے غیر معمولی دائرہ اختیار کا استعمال کرتے ہوئے تمام فوجداری کارروائی اور ایف آئی آر دفعہ (1) 5 (d) ریڈ وید جے اینڈ کے پی سی ایکٹ 2006 کی دفعہ (2) 5 اور دفعہ 120B آر پی سی کے جرم جو جرائم مدعا علیہ کے خلاف درج کئے گئے تھے اُن تمام کو کالعدم قرار دے دیا ہے۔عدالت عالیہ نے وتجلین مینول 2008 کے رول 3.16 جو کہ ابتدائی انکوائری سے ڈیل کرتا ہے۔اُس کو بھی قانونی دائرہ اختیار سے باہر (Ultra vrous) قرار دیا ہے۔عدالت عالیہ نے فوجداری کارروائی کو کالعدم قرار دیتے ہوئے اٹرنمنٹ آرڈر مورخہ 16-11-2012 کو بھی کالعدم قرار دیا ہے جو اجازت سپرنٹنڈنٹ آف پولیس وی۔او۔کے سری نگر نے انسپکٹر کو تحقیقات کرنے کے متعلق دی ہوئی تھی اور یہ اجازت دفعہ 3 کی

دوسری شرط کے تحت اختیارات کے استعمال میں تھی۔عدالت عالیہ نے مندرجہ ذیل سوالات درج کیئے:

(a) کیا اسداد بدعنوانی ایکٹ کی دفعہ 3 ایک لازمی شرط ہے اور کیا اس کی عدم پابندی تحقیقات کو متاثر کرتی ہے؟

(b) کیا قابل شناخت جرائم کے ساتھ ساتھ نا قابل شناخت جرائم کی تحقیقات کے لئے دفعہ 155 جموں وکشمیر سی آر پی سی کے تحت مجسٹریٹ کی پیشگی منظوری لازمی ہے؟

(c) کیا ابتدائی تصدیق کے بہانے تفتیشی ایجنسی ایف۔آئی۔آر کے اندراج سے پہلے شکایت کی سچائی کی تصدیقف کرسکتی ہے؟

(d) کیا مجرمانہ سازش جیسے جرم کا ارتکاب کمپنی جیسے قانونی شخص سے ہوسکتا ہے؟

8.1 بھجن لال نامی مقدمے میں سنائے گئے اس عدالت کے فیصلے پر بھروسہ کرتے ہوئے عدالت عالیہ نے یہ مشاہدہ کیا اور کہا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس VOK سرینگر نے جو تفتیش کرنے کی اجازت انسپکٹر نثار حسین کو دی ہے۔جس کو کہا ہے کہ وہ ایف آئی آر زیر دفعہ (d) (1) 5 ریڈ وید (2) 5 جموں وکشمیر پی۔سی ایکٹ 2006 کے تحت تفتیش کرے جو کہ دفعہ 3 کی دوسری شرط کے تحت اختیار کا استعمال کالعدم اور غیر قانونی ہے کیونکہ ایسا کرنے میں کوئی وجہ نہیں بتائی گئی ہے اور یہی ایک غیر معقول اجازت ہے۔یہ نوٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ بھجن لال کے معاملے میں اس عدالت کے پاس ایکٹ 1947 کی دفعہ A 5 پر غور کرنے کا موقع تھا اور موجودہ معاملے میں جے اینڈ کے پی سی ایکٹ 2006 کی دفعہ 3 میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔دفعہ (A) 5 جو اس عدالت کے سامنے بھجن لال کے معاملے میں زیر غور آئی حسب ذیل دی گئی ہے:

"5-A: اس ایکٹ کے تحت مقدمات کی تحقیقات: (1) اس کے باوجود ضابطہ فوجداری 1898 (5 آف 1898) شامل کوئی بھی جیز، کوئی بھی پولیس آفیسر جو:

(a) اگر معاملہ دہلی اسپیشل پولیس اسپشلسٹ کا ہو تو، اس کا انسپکٹر اس معاملے کی تحقیقات کے لئے ہو:

(b) اگر معاملہ کلکتہ اور مدراس کے پریزیڈنس شہروں میں ہو تو، اس معاملے کی تحقیقات کے لئے ایک اسسٹنٹ پولیس کمشنر ہونا چاہیئے۔

(c) اگر معاملہ بمبئی پریزیڈنس ٹاؤن کا ہو تو اس معاملے کی تحقیقات کے لئے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کا ہونا ضرروی ہے اور

(d) دوسری جگہ کے معاملے کے لئے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کرسکتا ہے۔

یہ تمام اوپر دیئے گئے افیسران دفعہ 165,161 یا دفعہ 165-A پینٹل کوڈ کے تحت یا اس ایکٹ کی دفعہ 5 کے تحت بغیر کسی پریزیڈنس مجسٹریٹ یا فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر یہ تحقیقات کر سکتا ہے جیسا کہ معاملہ ہو یا کسی کو بھی وہاں پر بغیر وارنٹ کے گرفتار کر سکتا ہے۔

بشرطیکہ اگر کوئی پولیس آفیسر جو انسپکٹر کے عہدے سے نیچے نہ ہو جس کو ریاستی حکومت کی طرف سے تحقیقات کرنے کا اختیار حاصل ہو تو وہ اس خصوصی حکم کے تحت ایسے کسی بھی جرم کی تحقیقات بھی کر سکتا ہے۔جیسا کہ معاملہ ہو یا کسی کو بھی بغیر وارنٹ کے گرفتار کر سکتا ہے۔مزید یہ کہ ایک جرم جس کا ذکر دفعہ 5 کی ذیلی دفعہ (1) کی شق ای میں حوالہ دیا گیا ہے تو اس جرم کی تحقیقات ایک تحقیق آفیسر تب تک نہیں کر سکتا جب تک اُسے اس کے آفیسر جس کا عہدہ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس سے کم نہ ہو، اُس نے حکم نہ دیا ہو۔

8.2 وہ اتھارٹی جس کے تحت تحقیقات آفیسر کو دفعہ 5-A کے تحت ہونے والے جرائم کی تحقیقات کے لئے اختیار دیا گیا تھا، اس عدالت کے سامنے غور و فکر مندرجہ ذیل ہے۔

''ہریانہ حکومت، محکمہ داخلہ، حکم، جولائی چھبیس 1975 نمبر 4816-3H-75/22965

بدعنوانی کی روک تھام ایکٹ 1947 کی دفعہ 5-A کی ذیلی دفعہ (1) کی پہلی پرو ویزو کے تحت، ہریانہ کے گورنر تمام انسپکٹر کو جو انسپکٹر جنرل آف پولیس ہریانہ کے انتظامی کنٹرول کے تحت آئے ہوں کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اس ایکٹ کی دفعہ 5 کے تحت جرائم کی جانچ کریں گے۔

اس۔ڈی۔بھنڈاری

سکریٹری ٹو حکومت ہریانہ محکمہ داخلہ

8.3 جے اینڈ کے پی سی ایکٹ 2006 کی دفعہ 3 جو ہمارے مقصد کے لئے ضروری ہے، نیچے دی گئی ہے۔

''3: قابل ضمانت اور نا قابل ضمانت جرائم: اس کے باوجود ضابطہ فوجداری کے خلاف کچھ بھی، تمام جرائم اس ایکٹ کے تحت قابل سزا اور نا قابل ضمانت ہوں گے۔

بشرط یہ کہ پولیس آفیسر جو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے نیچے نہ ہو وہ فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر کسی جرم کی تحقیقات نہیں کر سکتا اور نہ ہی بغیر کسی وارنٹ کے کسی کو گرفتار کر سکتا۔

مزید یہ کہ ایک ویجی لینس ارگلنیز یش کا آفیسر جس کا عہدہ ایک سب انسپکٹر سے اوپر کا ہو جس کو خصوصی طور پر تحریری طور پر ایک ویجی لینس ارگلنیز ش کے آفیسر نے جس کا عہدہ اسسٹنٹ سپرنٹڈنٹ آف پولیس سے کم نہ ہو اُس نے جرم کی تحقیقات کرنے کے بارے میں اختیار دیا ہو تو اس صورت میں وہ آفیسر اس

جرم کو جس کا ذکر حکم نامہ میں کیا گیا ہو اُس کی تحقیقات کر سکتا ہے۔ لیکن وہ آفیسر اُس تحقیقات کے دوران اس وقت تک دفعہ 56 کے تحت گرفتار نہیں کر سکتا جب تک اس کو ایک پولیس آفیسر نے جس کا عہدہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے عہدے سے کم نہ ہو اس نے اسے گرفتار کرنے کا اختیار نہ دیا ہو۔''

8.4 موجودہ کیس میں جو اختیارات کی بات ہے جو اختیارات نثار حسین انسپکٹر کو ایف۔آئی۔آر زیر دفعہ جے اینڈ کے پی۔سی ایکٹ 2006 کی دفعہ (1) 5 ریڈ وید (2) 5 اور B 120 آر۔پی۔سی کے تحت دائر ہوئی تھی اُس کو تحقیقات کرنے کی اجازت دی تھی جو دفعہ 3 کی دوسری شرط کے تحت اختیارات کے استعمال کے بارے میں تھی۔ جو کہ مندرجہ ذیل دی ہے۔

''کیس ایف آئی آر نمبر 32 سال 2012 جرائم زیر دفعہ (d) (1) 5 ریڈ وید (2) 5 جموں اور کشمیر پی سی ایکٹ 2006 اور دفعہ B 120 آر پی سی تھانہ پولیس ویجی لینس آرگنائزیشن سری نگر کی تفتیش انسپکٹر نثار حسین نمبری 4136 این جی او کو سونپی جاتی ہے۔ وہ دفعہ 3 پی سی ایکٹ 2006 ریڈ وید دفعہ 56 سی آر پی سی کے تحت جب بھی اور جہاں بھی اُسے ضرورت پڑے ملزم کو گرفتار کرنے کا مجاز ہے۔ وہ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کی نگرانی میں کیس کی تحقیقات کرے گا۔''

لہٰذا جو بھی اس عدالت نے بھجن لال کے معاملے میں سمجھا تھا وہ ایکٹ 1947 کی دفعہ 5A کے تحت سمجھا تھا اور اس اجازت کا حوالہ یہاں اوپر دیا گیا ہے۔ جموں وکشمیر پی سی ایکٹ 2006 کی دفعہ 3 میں استعمال ہونے والے الفاظ مکمل طور پر انسداد بدعنوانی ایکٹ 1988 کی دفعہ 5-A جو اس سے پہلے بھجن لال کے معاملے میں عدالت میں زیر غور تھا، اس سے الگ اور مختلف ہیں۔ جو مشاہدات اور حکم بھجن لال کے کیس میں اس عدالت نے کئے تھے بعد میں اسی عدالت نے رام سنگھ کے معاملے میں پیراگراف 13 سے 15 میں غور کرنے کے بعد ان کی وضاحت کی۔ فیصلے کا پیراگراف 13 سے 15 کی وضاحت درجہ ذیل ہے:۔

13۔ جو تحقیقات کی گئی اور اس کے نتیجے میں ہونے والی کاروائیاں بھی بھجن لال والے مقدمے میں اس طرح کی بنیادوں پر منسوخ کر دی گئی ہیں۔ اس کیس کے حقائق یہ تھے کہ ایک دھرم پال نامی شخص نے چوہدری بھجن لال جو ہریانہ کے سابق وزیر اعلیٰ تھے۔ اس کے خلاف کچھ سنگین الزامات لگا کر ایک شکایت درج کروائی جو الزامات اس ایکٹ کے تحت پہلی نظر میں قابل سزا جرم ظاہر ہو رہے تھے۔ یہ شکایت 12-01-1987 کو وزیر اعلیٰ سیکٹر ٹریٹ میں تب پیش کی گئی جب شری بھجن لال نے وزیر اعلیٰ کا عہدہ چھوڑ دیا تھا۔ چیف منسٹر سکریٹریٹ میں اسپیشل ڈیوٹی پر تعینات افسر نے حسب ذیل تصدیق دی۔

''وزیر اعلیٰ نے دیکھا ہے۔ مناسبت کارروائی کے لئے'' اور اس کو ڈائریکٹر جنرل کو مارک کی جس نے اُسی دن

واپس حسب ذیل تصدیق دی:

''وہ براہ کرم اس پر غور کر کے ضروری کارروائی کریں اور رپورٹ کریں'' اس کو سپرنٹنڈنٹ آف پولیس حصار کو مارک کی۔ شکایت کے ساتھ ساتھ مندرجہ بالا او ایس ڈی اور ڈی ، جی ، پی کی تصدیق 21-11-1987 کو ایس۔ پی کے سامنے پیش کی اور اسی تاریخ کو ایس۔ پی نے مندرجہ ذیل اپنی تصدیق کی۔

''براہ کرم مقدمہ درج کر کے تحقیقات شروع کریں۔'' تھانے کے اسٹیشن ہاؤس آفیسر نے تعزیرات ہند 1860 کی دفعہ 161 اور 165 کے ساتھ ساتھ انسداد بدعنوانی ایکٹ 1947 کی دفعہ 5 (2) کے تحت مقدمہ درج کرلیا۔ فرسٹ انفارمیشن رپورٹ کی کاپی مجسٹریٹ اور دیگر متعلقہ آفیسران کو بھیجنے کے بعد ایس ایچ او نے تحقیقات کا آغاز کیا اور اپنے عملے کے ہمراہ موقع پر روانہ ہوئے۔ اس مرحلے پر شری بھجن لال نے ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل 226 اور 227 کے تحت ایک ریٹ پٹیشن نمبری 9172 سال 1982 دائر کی جس میں یہ گذارش کی گئی کہ ایف۔ آئی۔ آر کو منسوخ کر دیا جائے اور یہ بھی گذارش کی گئی کہ پولیس کو مزید تحقیقاتی کروائی کرنے سے روکا جائے۔

عدالت عالیہ نے کہا کہ شکایت میں درج لگائے گئے الزامات قابل ادراک جرم کو ثابت نہیں کرتا جس کی تحقیقات قانونی طور پر شروع کرنے کے لئے قابل ادراک جرم نہیں کہا جا سکتا۔ عدالت عالیہ نے ویسا ہی ریلیف دیا جیسا کہ درخواست گزار نے اپنی ریٹ میں گذارش کی تھی۔ مذکورہ فیصلے سے ناراض ہو کر ریاست ہریانہ نے اس عدالت میں اپیل کی جس کو حسب ذیل نپٹایا گیا:

''ہم نے عدالت عالیہ کے اس فیصلے کا وہ فیصلہ کر دیا جس فیصلے میں عدالت عالیہ نے ایف۔ آئی۔ آر کو منسوخ کر دیا تھا یہ فیصلہ مذکورہ وجوہات کی بنا پر جو کہ قانونی طور پر اور حقیقت میں قانون میں پائیدار نہیں ہے۔ منسوخ کر دیا گیا تھا۔ تاہم ہم تمام تحقیقات اگر کوئی ہے تو اسے شروع سے ہی منسوخ کرتے ہیں۔ ہم نے جو وجوہات اس موجودہ فیصلے میں دی ہیں وہ یہ ہیں کہ تیسرے اپیل کنندہ (ایس ایچ او) کے پاس جائزہ قانونی اختیار نہیں ہے کہ وہ تحقیقات کو آگے بڑھائے جیسا کہ انسداد بدعنوانی ایکٹ کی دفعہ (1) (A) 5 کا اشعارہ اس فیصلے میں کیا گیا ہے۔ مزید ہم نے عدالت عالیہ کے اُس فیصلے کو بھی مسترد کر دیا ہے جس میں کاسٹ ادا کرنے کا بھی حکم ہوا تھا اور جواب دہندہ نمبر 2 کو یہ کاسٹ جواب دہندہ نمبر ایک کو دینی تھی۔ اس نتیجے میں اپیل کو ختم کر دیا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی ریاستی حکومت کو یہ آزادی دی جاتی ہے کہ اگر وہ دوبارہ تحقیقات کروانے کی خواہش رکھتی ہے تو وہ دوبارہ تحقیقات کا حکم ایک قابل پولیس افیسر کے ذریعے کرائے جو قانونی دائرہ اختیار میں آتا ہو اور سختی سے اس ایکٹ کی دفعہ (A) 5 کی

تعمیل کرتا ہو جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ کاسٹ کے بارے میں کوئی حکم نہیں ہے۔''

اُس کیس کے حقائق اور حالات میں اس عدالت نے خود سے مندرجہ ذیل شرائط میں سوال کیا ہے:

''اب غور طلب بات یہ ہے کہ آیا ایس پی کا حکم سہی ہے جس میں اُس نے تیسرے اپیل کنندہ کو دفعہ 5 کی ذیلی دفعہ (1) کی شق (ای) کے تحت آنے والے جرم کی تحقیات کرنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ ہم اس فیصلے کے پہلے حصے میں ذکر چکے ہیں کہ ایس پی (دوسرے اپیل کنندہ) نے ایک لفظی ہدایت 21-11-1987 کو دی ہے جو لفظ ''تفتیش'' ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ ایک لفظی ڈائریکشن ''تحقیقات'' ایک ''حکم کے مترادف ہوگی جو دفعہ (1)-5-A کی دوسری شرط کے معنی کے اندر ہے'' عدالت نے عقائق پر پایا کہ جیسا کہ ایس پی نے جب ایس ایچ او کو تحقیقات کرنے کا حکم دیا تھا تو اس حکم میں اُس کی طرف سے کوئی وجہ نہیں دی گئی تھی۔ ایس پی کا یہ حکم براہ راست قانون کی خلاف ورزی والا حکم تھا۔ اس لئے ایس۔ ایچ او ایکٹ 1947 کی دفعہ (1) 5-A کی دوسری شرط کے مطابق مطلوبہ قانونی اختیار کے ساتھ ملبوس نہیں ہے جو کہ اس ایکٹ کی دفعہ (1) 5 کی شق (ای) کے تحت جرائم کی تحقیقات کرنے کا اختیار دیتی ہے۔ اس عدالت نے یہ پایا ہے کہ (1) اجازت دینے کے لئے وجہ ظاہر کرنے کے قانونی تقاضہ کی تعمیل نہیں کی گئی ہے۔ (2) چونکہ استغاثہ اُن حالات کی وضاحت تسلی بخش نہیں کرتا جس کی بنیاد پر ایس پی نے ایس ایچ او کو کیس کی تحقیقات کرنے کا حکم دینے میں مجبور کردیا۔ (3) ایسا لگ رہا ہے کہ موجودہ حکم ایک مشین کے طور پر اور بہت آرام دہ اور پرسکون انداز میں دیا گیا ہے اور اس عدالت کے ذریعہ قانون کے اصولوں سے قطع نظر یہ حکم دیا گیا ہے اور (4) جیسا کہ نہ تو ایس ایچ او کو دفعہ 161 اور 165 آئی پی سی کے تحت جرائم کی تحقیقات کرنے کے لئے کسی مجسٹریٹ سے کوئی حکم تھا اور نہ ہی استداد بدعنوانی ایکٹ کی دفعہ (e) (1) 5 کے تحت جرائم کی تحقیقات کے لئے ایس پی کی طرف سے کوئی حکم تھا۔ لفظ ''تحقیقات'' کی ہدایت کا حکم ایک قانونی کمزوری کا شکار ہے۔ عدالت نے یہ پایا ہے کہ ایس پی کی ہدایات کو منسوخ کرنے اور تحقیقات کو منسوخ کرنے کے باوجود اگر ریاست ہریانہ اس ایف آئی آر کی بنیاد پر نئے سرے سے تحقیقات کرنا چاہتی ہے تو منسوخ کردہ فیصلہ حکومت ہریانہ کو تحقیقات کرنے سے کسی بھی حالات میں نہیں روک سکتا۔

14۔ اس مرحلہ پر یہ بات قابل غور ہے کہ ایچ این رشید بنام ریاست دہلی [اے آئی آر 1955 ایس سی 196] میں اس عدالت کے تین ججوں کے بنچ نے بتایا تھا کہ ایک تفتیش میں ایک عُذر یا غیر قانونی تفتیش چاہے وہ کتنی بھی سنگین ہو، اُس کا اس کی قابلیت یا ادرک یا ٹرائل سے متعلق طریقہ کار پر کوئی براہ راست اثر نہیں ہے۔

فوجداری طریقہ کار (1898) کے دفعہ 195,193,190 سے 199 اور 537 کا حوالہ دیتے ہوئے استداد بدعنوانی ایکٹ 1947 کے تناظر میں اس عدالت نے بتایا ہے کہ تفتیش میں خرابی یا غیر قانونی چاہے وہ سنگین ہی کیوں نہ ہو۔اس کا براہ راست مقدمے کی سماعت کی قابلیت یا ادراک سے متعلق طریقہ کار پر کوئی آثر نہیں ہے۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایک پولیس رپورٹ جو تحقیقات کا نتیجہ ہے جو سی آر پی سی کی دفعہ 190 میں اس مواد کے طور پر فراہم کیا گیا ہے جس پر ادراک لیا گیا ہے۔ لیکن یہ برقرار نہیں رکھا جاسکتا ہے کہ ایک درست اور قانونی پولیس رپورٹ نوٹس لینے کے لئے عدالت کی دائرہ اختیار کی بنیاد ہے۔دفعہ 190 سی آر پی سی دفعات کے گروپ میں سے ایک ہے اور عنوان ''شرائط کارروائی کے آغاز کے لئے ضروری'' کے تحت ہے۔اس دفعہ کی زبان اس گروپ کی دوسری دفعات کے مقابلے میں نشان زد اسی عنوان کے تحت کیا گیا ہے۔یعنی دفعہ 193 اور 195 تا 199 ہے۔ یہ بعد کی دفعات عدالت کی اہلیت کو منظّم کرتے ہیں اور سوائے اس کی تعمیل کے اس کے کچھ معاملات میں اس کے دائرہ اختیار پر پابندی لگاتے ہیں لیکن دفعہ 190 ایسا نہیں کرتی جبکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایک لحاظ سے دفعہ (1) 190 کی شق (a)،(b) اور (c) نوٹس لینے کے لئے ضروری شرائط ہیں، ایسا کہنا ممکن نہیں ہے کہ پولیس کی غلط رپورٹ پر ادراک ممنوع ہے اور اس لئے باطل ہے یعنی غلط ہے۔اس طرح کے غلط رپورٹ بھی یا تو دفعہ (1) 190 کی شق (a) میں یا (b) میں آسکتی ہے۔اور کسی بھی صورت میں اس طرح کا لیا گیا ادراک صرف غلطی کی نوعیت میں مقدمے کی کارروائی کے پیشرو میں کیا گیا ادراک ہے۔ایسی صورت میں سی آر پی سی کی دفعہ 537 جو درج ذیل شرائط میں ہے متوجہ ہے۔

''دیئے گئے پروویزن کے تابع ،کوئی تحقیقات ،سزا یا حکم جو ایک مجاز دائرہ اختیار کی عدالت کے ذریعے دیا گیا ہوا سے کسی اپیل یا نظر ثانی پر شکایت میں بے ضابطگی ،سمن، وارنٹ، چارج، اعلان، حکم، فیصلہ یا مقدمے کی کارروائی پہلے یا دوران یا دوسری کارروائی جو اس کوڈ کے تحت ہو، جب تک کہ ایسی غلطی ،کوتاہی یا بے ضابطگی ،حقیقت میں انصاف کی ناکامی کا موقع ملا ہے۔''

اس لئے اگر حقیقت میں اس بات پر نوٹس لیا جاتا ہے کہ پولیس کی جانب سے منحرف ہونے والی رپورٹ پر تحقیقات سے متعلق ایک لازمی شق کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو اس میں شک نہیں ہوسکتا کہ اس کے بعد چلنے والے مقدمے کا نتیجہ اُس وقت تک مسترد نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ تحقیقات میں غیر قانونی طریقے کو ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ایک غیر قانونی طریقہ کار کا ارتقاب تحقیقات کے دوران ایک عدالت کا مقدمے کی سماعت اور اس کے دائرہ اختیار کو متاثر نہیں کرتی جیسا کہ پربھو بنام شہنشاہ [اے آئی آر 1944 پی سی 73] اور لمبھر دار زوتشی بنام آر [اے آئی آر 1950 پی سی 26] مقدمات میں کہا ہے کہ:۔

''ہماری رائے میں جب اس طرح کی خلاف ورزی مقدمے کی سماعت کے ابتدائی مرحلے میں عدالت کے سامنے لائی جاتی ہے تو عدالت کو اس خلاف ورزی کی نوعیت اور حد کو غور کرنا ہوگا اور اس کے لئے مناسب احکامات جاری کریں جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ اس معاملے کی مکمل یا جزوی طو پر اس طرح کے آفیسر کے ذریعہ دوبارہ تحقیقات کرے جس آفیسر کو کورٹ مناسب سمجھے اور جو اس ایکٹ کی دفعہ 5-A کے تحت مناسب سمجھا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا تحفظات کی روشنی میں جائز یا عذرات کہ اس ایکٹ کی دفعہ 5 (4) کی خلاف ورزی ہوئی ہے اور اس ان کارروائیوں میں اپنایا جانے والا طریقہ مقرر کیا ہے۔''

بھجن لال کے مقدمے میں اس عدالت نے حقائق کی بنیاد پر پایا ہے کہ ایس۔پی نے میکانیکی طریقے سے اور بہت آرام سے قانون کے طے شدہ اصولوں سے قطع نظر یہ حکم سنایا ہے۔ اس ایکٹ کی دفعہ 17 کی تعمیل نہیں کی گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے ہی نوٹس کیا گیا ہے کہ ایس پی نے ایس ایچ کو تفتیش کا اختیار دیتے ہوئے صرف ایک انڈورسمنٹ کے ذریعے کہا ہے کہ 'براہ کرم مقدمہ درج کریں اور تحقیقات کریں' ایسا دیکھا گیا ہے کہ ایس پی کو ان الزامات یا ان کی نوعیت سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا اور کام کے بوجھ دباؤ کی وجہ سے انسپکٹر کو تحقیقات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ جواب دہندگان کے خلاف ان اپیلوں میں یہاں تک کہ ایس پی کی اتھارٹی کی غیر موجودگی میں تحقیقات آفیسر قانونی لحاظ سے اس جرم کی تفتیش کا مجاز تھا جو جرم اس ایکٹ کی دفعہ 13 کے تحت آتا ہے جیسا کہ ایک کو چھوڑ کر اس ایکٹ کی ذیلی دفعہ (e) (1) کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ الف آئی آر کے اندراج کے بعد سپرنٹنڈنٹ آف پولیس اور موجودہ اپیل میں جواب دہندگان کے خلاف لگائے گئے الزامات سے باخبر دیکھا گیا ہے اور ان کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش جاری کرنے سے باخبر دیکھا گیا ہے۔ وہ حکم جو رام سنگھ کے معاملے میں اس پی نے 1994-12-12 میں ایک جرم کے بارے میں دیا تھا جس کو سال 1992 میں درج کیا گیا تھا وہ حکم حسب ذیل ہے:

''میں پی۔ کے رنوال سپرنٹنڈنٹ آف پولیس اسپیشل پولیس اسپیشلسٹ، ڈویژن I، لوک ایکتا کا ریالیہ، گوالیار ڈویژن (ایم پی) انسداد بدعنوانی ایکٹ کے دفعہ 17 کے تحت دیئے گئے اختیار کا استعمال کرتے ہوئے، شری ڈی ایس رانا انسپکٹر (ایس پی ای) لِک گوالیار (ایم پی) کو تحقیقات کرنے کا اختیار دیتا ہوں کہ وہ جرم نمبر 103 سال 1992 کی تحقیقات انسداد بدعنوانی ایکٹ 1988 کی دفعہ (I) 13 (e) اور دفعہ (2) 23 کے تحت اس مقدمے کی تحقیقات کرے جو مقدمہ شری رام سنگھ ڈی او ایکسائز بتول (ایم پی) کے خلاف درج ہے۔''

دیگر دو مقدامات میں بھی اسی طرح کے احکامات جاری کئے گئے ہیں۔ انسپکٹر کو تفتیش سونپنے کی وجوہات

آرڈر سے ہی معلوم کی جاسکتی ہیں۔اس لئے اپیل کنندہ ریاست کو یہ عرض کرتے ہوئے کہ جائز قرار دیا ہے کہ بھجن لال والے مقدمے کے حقائق قابل شناخت ہیں۔جیسا کہ اس کیس میں ظاہر ہوتا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے اپنا دماغ استعمال کیا ہے اور کیس کے مخصوص حالات میں ایک انسپکٹر کے ذریعہ تفتیش کی اجازت دینے کا حکم دیا ہے۔تفتیش سوپنے کی وجوہات واضح تھیں۔عدالت عالیہ کوملزم کے حق میں ایکٹ کی دفعات کو آزادانہ طور پر بیان نہیں کرنا چاہئے تھا سنگین الزامات کے ٹرائل کو بند کرکے جو الزامات جواب دہندگان کے خلاف جرم کرنے کے سلسلے میں لگائے گئے ہیں اور جو غیر قانونی اور بدعنوانی طریقوں کو رُکھنے کے لئے بنائے گئے قانون کے تحت عوامی آفیسران کو قابل سزا کے لئے بنائے گئے ہیں۔اس بات کو ہماری نوٹس میں لایا جاتا ہے کہ اسی طرح کے حالات میں عدالت عالیہ نے شری رام بابو کے خلاف درج مقدمے کی تحقیقاتی کارروائی کو کالعدم قرار دے دیا تھا جس کے خلاف فوجداری اپیل نمبری 1754 سال 1986 اس عدالت میں دائرہ ہوئی جس کو اس عدالت نے مورخہ 27-9-1986 کو اجازت دیتے ہوئے عدالت عالیہ کے حکم کو مسترد کردیا تھا۔اور ایک عدالت عالیہ کو حکم دیا تھا کہ اس مقدمے کی کارروائی کو قانون کے مطابق اور اس میں کہئے گئے مشاہدات کی روشنی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے آگے بڑھائے۔

15: ہم اس عدالت عالیہ کے فیصلے سے مطمئن نہیں ہیں کیونکہ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کا جو حکم ہے وہ محض ایک ٹائپ شدہ پروفارما میں تھا جو حکم اُس کے دماغ کی عدم استعمال کو ظاہر کرتا ہے یا اس دماغ کا استعمال ایک میکینکل اور آرام دہ انداز میں کیا جاسکتا ہے۔جیسا کہ پہلے ہی نوٹس نامے میں حکم واضح طور پر مجرم کا نام، ایف آئی آر کا نام، جرم کی نوعیت اور سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کی اجازت دینے کا اختیار جو وہ ایک جونیئر آفیسر کو تحقیقات کا اختیار دیتا ہے۔ایف آئی آر کے اندراج سے لے کر دفعہ 17 کی دوسری شق کے تحت اجازت دینے کے بیچ کا وقفہ ذہن کے اطلاق اور حالات کو مزید دکھاتا ہے۔جس کا وزن سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے اُس حکم سے ہوتا ہے۔جس میں اُس نے تحقیقات کرنے کے لئے اجازت دی ہو۔

8.5 اس لئے، یہ نوٹس کرنے کے بعد کہ وہ حکم جو انسداد بدعنوانی ایکٹ 1988ء کی دفعہ 17 کے تحت ایک تحقیقاتی آفیسر کو تحقیقات کرنے کی اجازت دیتا ہے جس حکم میں ملزم کے نام کی نشاندہی کی ہو، ایف آئی، آر نمبر، جرم کی نوعیت اور ایک سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کی ایک جونیئر آفیسر کو تحقیقات کرنے کیلئے اجازت دینے کی پاور، ایک ایف آئی ار کو درج کرنے کے وقت سے لے کر دفعہ 17 کی دوسری شرط کے تحت اجازت دینے تک اس کے بیچ کا وقت، اس طرح کی اجازت کو اس عدالت نے درست قرار دیا ہے۔

8.6 موجودہ کیس میں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کی جانب سے انسپکٹر نثار حسین کو جے اینڈ کی دفعہ (d) (I) 5 کی تحقیقات کرنے کے حکم میں اُس نے اپنے دماغ کا عدم استعمال کیا ہے۔ واضح رہے کہ انسپکٹر نثار احمد جس کو ایف آئی آر کی تحقیقات کا اختیار دیا گیا تھا اُسے یہ بھی اختیار دیا گیا تھا کہ جب اور جہاں بھی اُسے ضرورت ہو وہ ملزمان کو اُوپر دیئے گئے جرائم میں گرفتار بھی کرسکتا ہے۔ یہ بھی نوٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ مذکورہ دی گئی اجازت میں یہ خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ وہ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کی زیرِ نگرانی میں کیس کی تفتیش کرے گا۔ اس لئے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے جے اینڈ کے پی سی ایکٹ 2006 کے تحت جرائم میں اندراج ایف آئی آر کی تحقیقات کرنے کے بارے میں اجازت دیتے وقت تمام احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔

یہاں تک کہ، یہ نوٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ دفعہ 3 کی دوسری شرط کو پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو ہی تقاضوں کا ہونا ضروری ہے جس میں پہلا تقاضہ (1) ویجی لینس آرگنائزیشن کا ایک آفیسر جس کا عہدہ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سے نیچے نہ ہو اور وہ تحریری طور پر اجازت ایک پولیس آفیسر کو دے جو آفیسر سب انسپکٹر آف پولیس کے عہدے سے نیچے نہ ہو اُس آفیسر کو ایسے جرائم کی تحقیقات کرنے کا حکم دے۔ اور دوسرا تقاضہ (2) ایسا مجاز آفیسران جرائم کی تحقیقات کرسکتا ہے جن جرائم کا ذکر اجازت نامہ میں کیا گیا ہے۔ لہٰذا نہ تو کوئی خاص وجہ بتانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی وجہ بتانے کی ضرورت ہے۔ سب سے ضروری بات یہ دیکھنی ہوتی ہے کہ کیا جرائم کے حوالے سے ذہن کا اطلاق ہوتا ہے اور اجازت دیتے وقت متعلقہ دفعات کا خیال رکھا گیا ہے۔ اپر دی گئی اجازت کا غور کرتے ہوئے ایسا نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ایف آئی آر کی تحقیقات جو ایف آئی آر جے اینڈ کے پی سی ایکٹ کی دفعہ (d) (1) 5 ریڈ وید (2) 5 اور آر پی سی کی دفعہ 120B کے تحت ہونے والے جرائم کی تحقیقات کرنے کے لئے انسپکٹر نثار حسین کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں وہ غلط نہیں اور کی بنیاد پر تمام مجرمانہ کاروائیوں کو جس میں ایف آئی آر کو منسوخ کرنے کا وارنٹ شامل ہے۔ اس لئے عدالت عالیہ نے مجرمانہ کاروائی کو منسوخ کرنے میں بہت بڑی غلطی کی ہے اور یہ کہتے ہوئے کہ انسپکٹر نثار حسین کو جو اختیار دیا گیا ہے وہ اختیار قانون کے لحاظ سے غلط ہے۔ یہ سب باتیں اس عدالت کے بھجن لال کے دیئے گئے فیصلہ کے مشاہدات پر انحصار کرتی ہیں جس فیصلے کو بعد میں اسی عدالت نے رام سنگھ کے مقدمے میں وضاحت کی ہے۔

ہماری رائے یہ ہے کہ کیس کے حقائق اور حالات پر غور کرتے ہوئے اور اجازت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو اجازت دفعہ 3 کی دوسری شرط کے تحت دی گئی ہے۔ اس اجات کو ہم غیر قانونی اور غلط نہیں

کہہ سکتے۔

9 اب جہاں تک عدالت عالیہ کی طرف سے جے اینڈ کے کی دفعہ 155 کی عدم تعمیل کے بارے میں ریکارڈ کی گئی فائنڈنگ کا تعلق ہے۔ یہ بات نوٹ کرنا ضروری ہے کہ عدالت عالیہ نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ ایک تحقیقاتی اجنسی کو کسی جرائم کی چھان بین کرتے وقت جن جرائم میں نا قابل شناخت جرم بھی شامل ہو تو اسے جرائم کی تحقیقات کرنے سے پہلے متعلقہ مجسٹریٹ سے منظوری حاصل کرنی ہوگی۔اور موجودہ کیس میں متعلقہ مجسٹریٹ سے منظوری حاصل کرنے کا جہاں تک تعلق ہے تو اس بارے میں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ مدعا علیہ کے خلاف اہم جرائم جو جے اینڈ کے پی۔سی ایکٹ کی دفعہ 3 کے تحت آتے تھے اور اس ایکٹ کی دفعہ 3 کے مطابق اس ایکٹ کے تحت آنے والے تمام جرائم قابل سماعت اور نا قابل ضمانت ہیں۔اس طرح مندرجہ بالا اشواس عدالت کے دیئے گئے پروین چندر مودی کے مقدمے کے فیصلے کے پیش نظر مدعا علیہ کے خلاف سختی سے احاطہ کیا گیا ہے۔پیراگراف 6، میں درج ذیل مشاہدہ کیا گیا ہے اور پایا ہے کہ:۔

''6، دفعہ (2) 156 یہ کہتی ہے کہ جہاں ایک پولیس آفیسر دفعہ (1) 156 کے تحت کسی جرم کی تحقیقات کرتا ہے تو اس کی اس کاروائی اُس بنیاد پر سوالیہ نشان نہیں لگایا جاسکتا کہ اُسے جرم کی تفتیش کا اختیار نہیں تھا۔ یہ تحقیقات ایک مربوط تحقیقات تھی جو حقائق کے ایک ہی سیٹ پر مبنی تھی۔ چاہے وہ ضروری اشیاء ایکٹ کے تحت قابل ادراک جرم کیوں نہ ہو۔اگرچہ اپیل کنندہ کی طرف سے یہ الزام نہیں لگایا گیا ہے کہ یہ نا قابل شناخت جرم ہے۔پولیس آفیسر اسے قابل سماعت جرم کے سلسلے میں دفعہ 173 کے تحت چارج سیٹ میں شامل کرنے کا مجاز ہوگا۔رام کرشن دلمیا بنام سرکار (اے آئی آر 1958) میں پایا گیا ہے کہ فوجداری کی دفعہ (1) 155 اُن مقدموں میں قابل اطلاق سمجھنا چاہئے جہاں پولیس کو دی گئی معلومات مکمل طور پر نا قابل شناخت جرم کے بارے میں ہے۔جہاں معلومات قابل ادراک کے ساتھ ساتھ غیر قابل ادراک جرم کو ظاہر کرتی ہے تو اس صورت میں ایک پولیس آفیسر کو نا قابل ادراک جرم جو جرم انہی حقائق سے پیدا ہوسکتا ہے۔تو اُسے جرم کی تحقیقات کرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا ہے۔ وہ اس چارج شیٹ میں اُس نا قابل ادراک جرم کو شامل کرسکتا ہے جو چارج شیٹ اُس نے قابل ادراک جرم کے لئے پیش کی ہے۔ہم پوری طرح متفق نہیں۔ یہ دونوں جرائم کوڈ کے باب XIV کے تحت اگرچہ جرائم قابل ادراک ہیں تو ان کی تحقیقات ایک ساتھ کی جاسکتی ہیں اور یہ بھی کہ اگر ان میں سے کوئی ایک نا قابل ادراک جرم تھا۔''

10۔ موجودہ کیس میں انسداد بدعنوانی ایکٹ کے تحت جرم ایک ٹھوس جرم ہے اور اس سلسلے میں پی سی ایکٹ

کے تحت اس جرم کی تفتیش، جب اس جرم کو سمجھا جائے اور سازش کردہ جرم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس صورت میں اس جرم کے لئے مجسٹریٹ کی پیشگی اجازت کی ضرورت نہیں ہے وہ اس لئے کہ محض سازش کے جرم میں ملوث اہم جرم کی تحقیقات میں ملوث ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ موجودہ کیس میں پی سی ایکٹ کے تحت قابل ادراک جرم کے لئے مجسٹریٹ سے منظوری کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے سے کافی تاخیر ہوگی جو تحقیقات کو متاثر کرے گی اور تحقیقات کو پٹڑی سے اتار دے گی۔ لہٰذا، عدالت عالیہ نے مجرمانہ کارروائی کو اس بنیاد پر مسنوخ کرنے میں غلطی کی ہے کہ جرم زیر دفعہ 120B کے تحت جو جرم نا قابل ادراک ہے اس کی پیشگی منظوری جے اینڈ کے سی آر پی سی کی دفعہ 155 کے تحت حاصل نہیں کی گئی ہے۔ عدالت عالیہ کی طرف سے لیا گیا نقطہ نظر پروین چندر مودی کے معاملے میں اس عدالت کے ذریعہ وقع کردہ قانون کے بالکل برعکس ہے۔ جس پر بعد میں اس عدالت نے برج لال بلٹا، ستیا نارائن مسادی، مدن لال اور بہنور سنگھ کے مقدمات میں انحصار کیا ہے۔

11۔ جہاں عدالت عالیہ کے اس زیر غور فیصلے کا تعلق ہے جس میں اسنے ویجی لنس مینوئل 2008ء کے قاعدہ 3.16 کو الٹرا وائرس قرار دیا ہے اس بارے میں یہ نوٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ یہاں تک کہ قاعدہ 3.16 کے مشاہدات کے مطابق اور للیتا کماری کے معاملے میں اس عدالت کے ذریعے وضع کردہ قانون کے مطابق ہے۔ قائد نمبر 3.16 حسب ذیل ہے:

”قائدہ نمبر 3.16۔ ابتدائی تحقیقات:۔ جب کوئی شکایت یا معلومات کسی سرکاری ملازم کی طرف سے بدتمیزی کو ظاہر کرتی ہے جس کی سی آر پی سی کی دفعہ 154 کے تحت کس درجہ کرنے سے پہلے تفصیل تحقیقات کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس صورت میں کیس اندراج کرنے سے پہلے ایک ابتدائی تحقیقات کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ ایک ابتدائی تحقیقات کو عام طور پر چھ ماہ کی مدت میں مکمل کیا جانا چاہئے۔ یہ ابتدائی تحقیقات ضمیمہ K کے دیئے گئے پروفارما پر رجسٹر کیا جائے گا۔ بعض اوقات عدالتیں ریاستی ویجی لینس آرگنائزیشن کے ذریعے تحقیقات کا حکم بھی دیتی ہیں۔ اس طرح کی ابتدائی تحقیقات ویجی لینس کمشنر کی منظوری کے بعد درج ہونی چاہئے۔ ایک ابتدائی تحقیقات الف آئی آر میں تبدیل ہوسکتی ہے۔ اور اس چیز کے لئے مرکزی دفتر پیشگی منظوری ہونی چاہئے اور ایسا کرنے کے لئے جب انسداد بدعنوانی ایکٹ کے تحت قابل سماعت جرم کرنے کے لئے کافی مواد دستیاب ہو تو اس صورت میں ابتدائی تحقیقات کو الف آئی آر میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ جب دستیاب شدہ مواد صرف بدانظامی کے اجزا کی نشاندہی کرتا ہے اور نہ کہ مجرمانہ بدانتظامی کی نشاندہی کرتا ہے تو اس صورت میں ایک خود ساختہ نوٹ مناسب تادیبی اتھارٹی کو اس کے خلاف محکمانہ کاروائی کرنے کے لئے لکھنا چاہئے۔

12۔ قاعدہ:شق 3.16 کو گہرائی سے پڑھنے کے بعد یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ یہ ملزم/ یا کسی شخص کے مفاد میں جن کے خلاف الزامات لگائے گئے ہیں اور ملزمان کو ان جھوٹی اور فضول شکایات کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے قاعدہ 3.16 کے مطابق صرف ابتدائی تحقیقات کے بعد اور اگر اس تحقیقات میں جرم کا ارتکاب لگتا ہے تو اس صورت میں ایف آئی آر درج کرنے کی ضرورت ہے۔ جرائم کی نوعیت پر غور کرتے ہوئے ایک تفصیلی تحقیقات کی ضرورت ہے اور شق 3.16 کے مطابق ایک ابتدائی تحقیقات چھ ماہ کی مدت میں مکمل کیا جانا چاہئے۔ یہ معاملہ مدعا علیہ کی جانب سے ہے اور جیسا کہ عدالت عالیہ کی طرف سے اس عدالت کے زیر غور فیصلے میں اس عدالت کے للتیا کماری والے مقدمے میں دیئے گئے فیصلے کے مطابق مقرر کردہ قانون منعقد کیا گیا ہے۔ ایک تفصیلی تحقیقات الزامات کے بارے میں منعقد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس تحقیقات کو سات دن کے اندر اندر مکمل کرنے کی ضرورت کے بارے کا جہاں تک تعلق ہے یہاں پر نوٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ لیلتا کماری والے مقدمے میں نہیں پایا ہے کہ اگر ابتدائی تحقیقات سات دن کے اندر اندر مکمل نہیں کی جا سکتی ہے تو اس صورت میں تمام فوجداری کاروائی باطل ہو جائے گی اور اس کو منسوخ کر دیا جائے گا۔

13۔ جہاں تک مدعا علیہ کی طرف سے یہ عرض ہے کہ موجودہ کیس میں ابتدائی تفتیش کرنے کے بعد ایک تفصیلی تحقیقات کر کے بعد میں ایف آئی آر درج کی گئی ہے اور ابتدائی تحقیقات کے دوران تفتیش کی اجازت نہیں ہے اس کے باوجود ایف آئی آر درج کرنے کا جو تعلق ہے تو ایسا لگتا ہے کہ مذکورہ بالا گزارش/عرض پرُکشش رکھتی ہے لیکن اس میں کوئی خاص مادہ نہیں ہے۔ شق 3.16 کے تحت ابتدائی تفتیشی میں جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ انکوائری کی شکل میں ہوگا اور الزامات پر غور کیا جائے گا کہ آیا جرم کا ارتکاب ہونا پایا گیا ہے یا نہیں اور جس کی ایف آئی آر درج کرنے کے بعد مزید تفتیش کی ضرورت ہے یا نہیں۔ جبکہ جرم کے ارتکاب کے ہونے بعد ایف آئی آر کے اندراج کے لئے کچھ انکوائری/تحقیقات کے ہونے کی پابندی ہے۔ تاہم ایسا کرنا ایک جرم کے ارتکاب ہونے کے بعد ایف آئی آر کے اندراج کے لئے واحد مقصد ہوگا۔ جو بھی انکوائری ابتدائی انکوائر کے مرحلے پر بغیر کسی تخیل کے کی ہے، وہ انکوائری ضابطہ فوجداری کے تحت تفتیش سمجھی جاتی ہے جو ایف آئی آر کے اندراج کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ دوسری صورت میں محض ابتدائی انکوائری کے دوران مدعا علیہ کے خلاف لگائے گئے الزامات میں تفصیلی انکوائری کی جاتی ہے جو جیسا کہ یہاں اوپر مشاہدہ کیا گیا ہے، صرف ایک ایف آئی آر کا اندراج کرنے کی غرض سے یہ معلوم کرنا ہے کہ آیا جرم کا ارتکاب کا ہونا پایا گیا ہے یا نہیں اور صرف اس بات پر کہ ایف آئی آر کا اندراج کرنے سے پہلے ابتدائی تحقیقات کرنے میں کچھ اور وقت لگا ہے، ان بنیادوں پر تمام فوجداری کاروائی کو

منسوخ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ملزم کے ساتھ ابتدائی انکوائری کے انعقاد کے مرحلے پر کسی قسم کا تعصب نہیں ہونا چاہئے۔جس کا مشاہدہ اپر کیا گیا ہے۔ابتدائی انکوائری کے انعقاد کا مرحلہ صرف اس بات کی تسلی کرنے کے لئے ہوگا کہ آیا اس ابتدائی انکوائری سے کوئی کیس ابھر کر سامنے آیا ہے کیا وہ الزمات جو الزامات شکایت میں لگائے گئے ہیں۔ان الزامات کا ارتکاب ہونا پایا گیا ہے اور کیا ایف آئی آر درج کرنے کے بعد مزید تفتیش کی ضرورت ہے یا نہیں۔لہٰذا عدالت عالیہ نے شق 3.16 کو قانونی دائرہ اختیار سے باہر قرار دے کر غلطی کی ہے۔

14۔ اب جہاں تک چوتھے سوال کا تعلق ہے جس پر عدالت عالیہ نے فوجداری کارروائی کو منسوخ کر دیا، یعنی مدعا علیہ کو اہم سازش کاروں کی غیر موجودگی میں سنگین طور پر ذمہ داری نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔جو کہ پرائیویٹ لمٹیڈ کمپنیاں یا ان کے انچارج افراد کا تعلق ہے، یہ بات واضح رہے کہ مدعا علیہ کے خلاف الزامات اس کے انفرادی صلاحیت کے حوالے سے ہیں۔پرائیویٹ لمٹیڈ کمپنیاں کے ڈائریکٹرز کے علاوہ جواب دہندہ نمبر 1 اور دیگر عہدیداروں کو بطور ایک ملزم ترتیب دیا گیا ہے۔لہٰذا یہاں پر کسی بھی قسم کی ذمہ داری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔اور عدالت عالیہ کی طرف سے دی گئی آبزرویشن کہ اہم سازش کارواں کی غیر موجودگی میں۔پرائیویٹ لمٹیڈ کمپنیاں اور یا ان کے انچارج افراد کی غیر موجودگی میں جواب دہندہ نمبر 1 کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا، ایک غیر پائیدار ہے اور اسے قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔عدالت عالیہ نے مندرجہ بالا بنیاد پر پوری فوجداری کارروائی کو کالعدم قرار دینے میں غلطی کی ہے۔

15۔ مذکورہ بالا کے پیش نظر اور اُپر بیان کردہ وجوہات کی بنا پر عدالت عالیہ کی طرف سے فیصلہ زیر غور جو فیصلہ عدالت عالیہ نے دیا تھا جس میں عدالت عالیہ نے ایف آئی آر 32 سال 2012 کی فوجداری کارروائی جو کارروائی پی سی ایکٹ 2006 کی دفعہ (d) (1) 5 ریڈ ویڈ (2) 5 اور آر پی سی کی دفعہ 120B کے تحت ہو رہی تھی اور سپریرنٹنڈنٹ آف پولیس کے حکم نامے کو جو حکم نامہ 16-11-2012 کو سنایا گیا تھا اس حکم نامے کو بھی یک طرفہ کر کے ختم کر دیا جس میں ویجی لینس آرگنائزیشن سری نگر کے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے انسپکٹر نثار حسین کو جے اینڈ کے پی سی ایکٹ کی دفعہ (d) (1) 5 ریڈ ویڈ (2) 5 اور آر پی سی کی دفعہ 120B کے تحت تحقیقات کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ عدالت عالیہ نے ویجی لینس مینوئل 2008 کی قاعدہ/شق 3.16 جو قاعدہ ابتدائی تحقیقات کے متعلق ڈیل کرتا ہے اسے بھی عدالت عالیہ نے قانون کے دائرہ اختیار سے باہر قرار دیا ہے جو کہ ایک غیر پائیدار ہے اور منسوخ کرنے کا مستحق ہے جسے یہ عدالت منسوخ کر کے مسترد کر دیتی ہے۔فوجداری کارروائی جو کارروائی ایف آئی آر 32 سال 2012 کے ذریعے مدعا علیہ کے خلاف جے اینڈ کے پی سی ایکٹ 2006 کی دفعہ (1) 5

(d) ریڈوید(2) 5اور آر پی سی کی دفعہ 120B کے تحت چل رہی تھی اس تحقیقات کو با اختیار آفیسر کے ذریعے آگئے بڑھایا جائے۔

16 اس طرح موجودہ اپیل کو اجازت دی جاتی ہے۔

ج..

[ایم۔آر۔شاہ]

ج..

[اے۔ایس۔بوپنا]

نئی دہلی؛

29اکتوبر2021